سیلابی دھرنے اور سیاسی ریلیاں

جب سے مفاہمت پسند جمہوری حکومت نے وطن عزیز میں جنم لیا ہے سیلابی دھرنوں اور سیاسی ریلیوں کا تسلسل ہے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔صوبہ بلوچستان ان دھرنوں اور ریلیوں سے صرف اس لئے محفوظ ہے کہ وہاں تو زیارتوں کیلئے اکھٹے نہیں ہوا جا سکتا سو بلوچوں نے ایسے جان لیوا اکٹھ سے لاتعلقی ہی بہتر سمجھی ہے۔گزشتہ برس تو سیلاب کا ریلا آیا اور اپنے ساتھ غریبوں کے آشیانے، ذرائع معاش کے ٹھکانوں کے ساتھ ساتھ انکے کئی عزیز و اقارب بھی بہا لے گیا۔میڈیا نے اس کی دہائی مچائی تو اُس کی وجہ سے سیلاب متاثرین کے لیے پاکستان اور کچھ بیرونی ممالک کا ضمیر بھی جاگ گیا۔اب یہ ایک الگ داستان ہے کہ امداد دیانت داری سے متاثرین سیلاب تک پہنچائی گئی یا نہیں۔سیلابی ریلا جہاں سے گزرتا ہے وہاں تباہی تو ہوتی ہی ہے مگر اس کے بعد وہاں کی زمین پہلے سے زیادہ توانا ہو جاتی ہے مگر اس کی توانائی سے کچھ حاصل کرنے کیلئے اس پر پہلی سرمایہ کاری تو خود ہی کرنا پڑتی ہے اور جن کا سب کچھ سیلاب میں بہہ جائے وہ یا حکومت کی طرف دیکھیں گے یا آسمان کی طرف۔وطن عزیز میں سیاسی ریلیوں کا موسم دیکھ کر اس سال سیلاب نے بھی دھرنا دے دیا ہے جو اس بار دریائی ریلہ نہیں بلکہ بارشوں کی کارستانی ہے ریلے گزر جاتے ہیں لیکن بارشوں کا پانی چونکہ رستہ مانگتا ہے اور پہلے سے بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے اور ریلے کی بجائے دھرنے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اس سال سیاسی اکابرین اپنے مفاداتی دھرنوں اور غیر سیاسی ریلیوں میں اتنے مگن تھے کہ ان کو اتنا وقت ہی نہ ملا کہ سیلابی دھرنے کے مطالبات پورے کر سکیں۔یہ بھی تلخ حقیقت ہے کہ دھرنا سیاسی ہو یا سیلابی ......ریلا سیلابی ہو یا سیاسی اس میں فائدہ ہمیشہ مخصوص طبقے کا ہی ہوا ہے اور نقصان غریب عوام کا...... یہ اب پاکستانی سیاست کا طے شدہ اصول بن گیا ہے دوسرے نقصان دینے والے اصولوں کی طرح، جس میں نفع اور نقصان کی یہ جنگ ہمیشہ عوام اپنے حکمرانوں سے ہار جاتی ہے اور جب تک عوام خود حکومت نہیں کرے گی ہارتی رہے گی!! ہمارے سیاسی ''قائدین'' نے ملک کا نام دنیا میں اتنا بدنام کر دیا ہے کہ اب ہم سیلاب زندگان کی مدد کے لیے اگر بیرون ملک کچھ کرنا چاہیں تو لوگ اس کو بھی شک کی نظروں سے دیکھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ہر سال سیلاب تباہ کاریاں کرے اور حکومت پھر بھی کوئی حفاظتی تدابیر نہ کرے تو اس فعل کو شک کی نظروں سے دیکھنا ناجائز نہیں کیونکہ انہوں نے اس کو بھی سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔دنیا کا بہترین نہری نظام ہونے کے باوجود اگر ہم کو ہر سال سیلابی آفت سے نبرآزما ہونا پڑے تو یہ انتظامی نالائقی ہی تصور ہو گی۔حالانکہ نہروں کو مزید گہرا کر کے اس کا سدباب کیا جا سکتا تھا۔حفاظتی ڈیم بھی بنائے جا سکتے تھے۔مگر ایسا کرنے سے سیلاب اتنا تباہ کن نہیں ہو گا اور پھر بیرونی امداد کیسے ملے گی؟ سیلابی دھرنوں یا سیلابی ریلیوں میں اہم سیاسی شخصیات کا بنیادی مقصد ایک فوٹو سیشن سے زیادہ نہیں ہوتا۔حتیٰ کہ وہاں کے لوکل حکومتی نمائندے بھی غائب ہو جاتے ہیں۔مگر سیاسی دھرنے اور سیاسی ریلی میڈیا سمیت سب سیاسی قائدین کے لیے بڑی پرکشش ہوتے ہے۔ان ریلیوں، دھرنوں اور جلسوں میں پارلیمانی حضرات غیر پارلیمانی زبان استعمال کر کے اپنے آپ کو ایک دوسرے سے زیادہ مہذب ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔خادم اعلیٰ پنجاب انہی ریلیوں میں راگ لاپ رہے ہیں کہ وہ صدر پاکستان کو نہیں مانتے حالانکہ آصف علی زرداری سے

صدر تک کا سفر صدر آصف علی زرداری نے مسلم لیگ نون کی غیر محسوس مدد سے ہی طے کیا ہے۔ دوسری طرف وہ اسی حکومت کا حصہ بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساری مراعات اور پوری تنخواہ پر کام بھی کر رہے ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کسی فوج کا ایک میجر اٹھ کر کہہ دے کہ میں اپنے آرمی چیف کو نہیں مانتا اور اُسے اپنے آفس کے باہر الٹا لٹکا دوں گا۔ ایسا کہنے والے کو یقیناً کورٹ مارشل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر اس کو یہ کہنا ہے تو اس سے قبل اس کو استعفیٰ دے کر فوجی وردی واپس کرنا ہوگی۔ خادم اعلیٰ پنجاب کی خوش قسمتی ہے کہ ان سے ابھی تک شریفوں والا سلوک کیا جا رہا ہے اور مجھے حیرت ہے کہ آئین کے رکھوالے بھی اس پر خاموش ہیں۔ ایم کیو ایم نے بھی ریلیوں کے اس تہوار میں کراچی میں اپنی ریلی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اب وہ حکومت کی سوکن نہیں سہیلی ہے......!! اسی لیے تو ان کی ریلی میں پیپلز پارٹی کے جھنڈے نہیں تھے باقی سب کچھ تھا۔ ق لیگ بھی کبھی کبھی اپنا آپ دکھا کر موجودگی کا احساس دلا دیتی ہے۔ جماعت اسلامی تو ہے ہی ریلیوں کی موجد......! یہ سب وہ لوگ ہیں جنھوں نے کئی بار اقتدار کے ایوانوں کے مزے لوٹے اور کچھ ابھی تک لوٹ رہے ہیں۔ بھلا یہ ریلیوں اور جلوسوں میں عوام سے کس منہ سے ملک میں بہتری لانے کی بات کر سکتے ہیں۔ اگر کسی کو سانپ ڈس لے تو کوئی باشعور انسان سانپ کو بلا کر اس کا تریاق نہیں پوچھتا اور پھر بھلا سانپوں کے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ وہ پہلے ڈسنے کیلئے ٹائم نکالیں اور بعد ازاں علاج کیلئے اپوئمنٹ دیتے پھریں۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ ہر چینل پر میڈیا والے کرپشن مافیا کو "ٹاک شوز" میں بلا کر یہ پوچھ رہے ہوتے ہیں کہ ملک سے کرپشن کیسے دور ہوگی؟ ملکی حالات کیسے ٹھیک ہونگے؟ یہ تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس ملک کو اس حال بلکہ بے حال تک پہنچایا ہے بھلا یہ کیا حل بتائیں گے؟ میر نے کیا خوب کہا ہے کہ

کتنا سادھا ہیں میر بیمار ہوئے جس کے سبب

اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

پھر بھی چند اینکر صاحبان کو 4 خواتین اور 20 حضرات کے علاوہ سارے پاکستان میں کوئی ایسا چہرہ ہی دکھائی نہیں دیتا جو مسائل کا حل بتا سکے۔ ان کو بھی چینل کی ریٹنگ کا فکر ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر یہ ذرا سی تبدیلی لائیں تو ان کی ریٹنگ بہت بہتر ہو سکتی ہے۔ جلسے، ریلیوں اور دھرنوں کے اس موسم میں عمران خان کا لاہور میں جلسہ پاکستانی سیاست میں ایک نئے باب، نہیں نئے دھرنے کا اضافہ ہوا ہے۔ اس جلسے کی خاص بات کہ اس کا نوٹس بین الاقوامی سطح پر بھی لیا گیا۔ کیونکہ یہ "آل ان ون" اور "ون اگینسٹ آل" تھا۔ اس میں ہر طبقے کے لوگوں کی نمائندگی تھی اس کے جدید انداز میں پاکستانی عوام کے روایتی اسٹائل کی جھلک تھی۔ جس میں نماز بھی ادا کی گئی اور میوزک کا انتظام بھی کیا گیا۔ شاید عمران کے نزدیک یہی حقیقی ماڈرن اسلامی ریاست ہے۔ عمران خان کے جلسے کو میڈیا نے اچھی کوریج دے کر اُس کا یہ گلہ ختم کر دیا جو اسلام آباد، پشاور اور گوجرانوالہ کے جلسوں، دھرنوں اور ریلیوں میں کیا گیا تھا کہ اُسے میڈیا کوریج نہیں دیتا۔ عمران خان نے ثابت کر دیا کہ وہ صرف کرکٹ میں پرانی گیند کو ریورس سوئنگ کر کے وکٹیں اڑانے کا ماہر نہیں تھا بلکہ 15 سال پرانی سیاسی گیند سے بھی 25 سال پرانی سیاسی وکٹ پر 30 سال سے جمے کسی کو بھی کھلاڑی کو کلین بولڈ کر سکتے ہیں صرف ایمپائر نیوٹرل ہونے چاہیں۔ اب تو انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ "میاں جی ہن جان دے او۔۔۔ ہن ساڈی واری آن دے او"۔ اپنی باری آنے پر وہ کتنوں کے چھکے چھڑائے گا یہ تو

آنے والا وقت ہی بتائے گا لیکن عمران خان قسمت کا دھنی اور ذہین کپتان تھا جو یہ بات نخوبی جانتا تھا کہ اگر مخالف ٹیم ایک بار دباؤ میں آجائے تو فیصلہ اپنے حق میں آنے تک پریشر برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے۔عمران خان کی موجودہ سیاسی پرفارمنس سے سب سے زیادہ دباؤ اس وقت بیچاری نون لیگ پر ہے۔جس کا اندازہ نون لیگ کے رہنماؤں کے بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔جو کلین بولڈ ہو کر بھی یہ سوچ رہے ہیں کہ شاید امپائر اس کو نو بال قرار دے۔سیاست کے رنگ بھی نرالے ہوتے ہیں کل تک جو اس کو تانگہ پارٹی کہتے تھے اب وہ وقت دور نہیں جب وہ اس تانگے میں سوار ہونے کے لیے ٹکٹ کے منتظر ہونگے چاہے کرایہ جتنا مرضی ہو......!! دراصل اب لوگ موجودہ نظام سے تنگ آچکے ہیں اور اس میں تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ان کا یہ خواب ہی عمران خان کے جلسے کی کامیابی کا راز تھا۔ویسے ہماری عوام کے آج تک خواب آنکھوں میں ہی ٹوٹتے رہے ہیں۔اب تو یہ مزید خوابوں کو چکنا چور ہوتے دیکھنے کی سکت بھی نہیں رکھتے۔ملک میں حقیقی تبدیلی لانے کے لیے ضروری ہے کہ چاروں صوبوں کو ساتھ لے کر چلا جائے۔بلوچستان کی عوام ابھی تک منتظر ہے کہ ان کا بھی کوئی پرسان حال ہو۔اسی طرح سیلابی دھرنے اور سیلابی ریلے سے متاثرہ عوام کی مدد کر کے اگر آج اپنا فرض ادا کیا جائے تو کل ان کے ووٹ کے بھی حقدار ہونگے۔ریلیاں اور دھرنے جمہوریت کا حصہ ہیں مگر جمہوریت صرف ریلیوں اور دھرنوں میں نہیں۔اس کیلئے اُس وقت سجدہ میں نہیں گرنا چاہیے جب قیام کا وقت ہو۔عمران بہادر ہے اور بہادر قوم کا لیڈر کوئی بہادر انسان ہی ہو سکتا ہے۔جو دکھ اور سکھ اپنی زمین پر اپنے لوگوں کے ساتھ اپنے آسمان کے نیچے دیکھے۔عمران ایسا ہی ہے، وہ ایسا ہی رہے گا کیونکہ تبدیلی نامکمل چیزوں میں آتی ہے۔جو مکمل ہو جائے وہ تبدیل نہیں ہوتا اور جو تبدیل ہوتا رہے وہ ابھی خود مکمل نہیں ہوتا اُس نے دوسروں کو کیا مکمل کرنا ہوتا ہے۔اب ہمارے پاس کوئی شاید یہ آخری موقع ہے اور اگر ہم نے اس سے بھی فائدہ نہ اٹھایا تو پھر اس کے بعد فائدہ اٹھانے کی ضرورت کیا ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔سرے